

حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے گیارہ فرزندوں کی امامت

<?xml encoding="UTF-8">

قرآن شریف میں امامت کے سلسلے میں کسی خاص فرد کے نام اور حسب و نسب کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ شاید اس کا مقصد قرآن کو تحریف سے محفوظ رکھنا ہو یا پھر کوئی اور وجہ ہو جو ابھی تک واضح نہیں ہو سکی ہے لیکن امامت حضرت علی علیہ السلام سے متعلق مختلف کلیات، متعدد آیتوں میں بیان گئے ہیں جنہیں رسول اکرم نے صریحی اور واضح طور پر اس طرح بیان اور تفسیر فرمادیا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی بھی حق کا متلاشی سرگرداں نہیں ہو سکتا۔

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں مقام امامت پر دلالت کرنے والی بہت سی آیتیں پائی جاتی ہیں۔ علامہ حلی نے ”نہج الحق وکشف الصدق“ میں ۸۸/ آیتیں بیان کی ہیں جن کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مشہور کتب اہل سنت میں منقولہ احادیث کے مطابق یہ قرآنی آیتیں حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کے مختلف ابعاد اور پہلوؤں نیز آپ کی امامت پر روشنی ڈالنے والی ہیں۔ اس کے علاوہ شہید ثالث علامہ قاضی سعید مرعشی طاب ثراہ نے ”احقاق الحق“ میں ۹۲/ دوسری آیتیں، ۳۷/ معتبر کتب اہل سنت کے حوالوں کے ساتھ پیش کی ہیں۔

امامت در قرآن

یہاں قرآن مجید سے صرف ایک آیت پیش کی جا رہی ہے جو امامت حضرت علی علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے۔

آیہ ولایت، سورہ مائدہ کی ۵۵/ ویں آیہ مبارکہ کو کہا جاتا ہے:

تمہارا ولی بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

راویان شیعہ و اہل سنت کے ذریعہ متعدد نقل شدہ احادیث کے مطابق یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تمام شیعہ مفسرین و محدثین اور بہت سے اہل سنت علماء کے اعتراف کے مطابق حضرت علی علیہ السلام ہی تھے کہ جنہوں نے حالت رکوع میں ایک فقیر کو اپنی انگوٹھی بخشی تھی۔ شہید ثالث نے احقاق الحق میں اہل سنت کی ۸۵/ کتب حدیثی و تفسیری کا تذکرہ کیا ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ان روایات کی بنا پر کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ فقط قابل غور یہ ہے کہ اس آیت میں ”ولی“ سے مراد کیا ہے۔

معنائے ولی

ولی، ولایت، ولا، مولا، اولیٰ وغیرہ سب کے سب مادہ ”ولی“ - ول، ی سے مشتق ہیں۔ یہ مادہ قرآن کریم میکثرت سے استعمال ہوا ہے، ۱۲۴/ مرتبہ اسم کی صورت میں اور ۱۱۲/ مرتبہ فعل کی صورت میں۔ جیسا کہ راغب نے مفردات القرآن میں اور ابن فارس نے مقاییس اللغة میں ذکر کیا ہے، اس لفظ کے حقیقی معنی یہ ہیں: دو اشیاء کے درمیان ایسی نزدیکی و قربت کہ کوئی فاصلہ باقی نہ رہے۔ (۱) یعنی اگر دو اشیاء اس طرح ایک دوسرے سے قریب ہوجائیں کہ ان کے درمیان کوئی شیء باقی نہ رہے تو مادہ ولی استعمال ہوتا ہے: ”ولی زید عمراً“ یعنی زید، عمر کے قریب ہے۔

اس لفظ کا استعمال دوستی، یاری، ذمہ داری، تسلط و غلبہ کے معنی میں اسی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ان تمام موارد میں ایک طرح کی نزدیکی، اتصال و قربت پائی جاتی ہے۔ لہذا کسی مخصوص معنی کے تعین کے لئے کلام میں موجود قرینے کا لحاظ ضروری ہے۔

مذکورہ نکات کے بعد آیہ ولایت کا حاصل یہ ہے: ”مسلمانوں سے بے انتہا نزدیکی و قربت رکھنے والے خدا، رسول اور علی ہیں۔“

واضح ہے کہ یہ نزدیکی و قربت، معنوی ہے نہ کہ مادی و ظاہری اور اس قربت معنوی کا لازمہ ایسے تمام امور میں ولی کی نیابت ہے جن امور میں نیابت کی جاسکتی ہے۔

لہذا، شخص ولی ان تمام امور پر حاکمیت رکھ سکتا ہے جن کو مسلمان اپنی ذات سے مربوط ہونے کی وجہ سے انجام دیتا ہے البتہ اس شرط کے ساتھ کہ وہ امور قابل نیابت ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت کو تسلط، حاکمیت اور اختیار کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (۲)

دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ خداوند عالم دنیا و آخرت میابنے بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ولایت مومنین، تدبیر امور دین اور ان کی ہدایت کے ذریعے مومنین کو کمال و سعادت کی طرف گامزن کرتا ہے۔ رسول اکرم، خدا کے اذن اور اس کی طرف سے مومنین اور خدا کے بندوں کے ولی ہیں۔ نتیجہً اس آیت میں بیان شدہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت بھی اس لفظ کے اسی مذکورہ معنی میں ہے جس کا لازمہ لوگوں کے امور میں تصرف اور ان کی جان، مال، عزت اور دین پر اولویت ہے۔

تأویل اہل سنت

اکثر علمائے اہل سنت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اس آیت کے شان نزول پر متفق ہیں حتیٰ تفسیر الکشاف میں زمخشری اس سوال کے جواب میں کہ جب مراد ایک فرد ہے تو کیوں لفظ ”الذین“ جو کہ جمع کا صیغہ ہے، استعمال ہوا ہے، کہتے ہیں:

”اس لئے تاکہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ دئے جانے والے اس عمل کی طرف راغب ہوں نیز اس لئے تاکہ یہ بتایا جائے کہ مومنین کو ایسا ہونا چاہئے۔“ (۳)

فخر رازی اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور علماء بھی اس پر متفق ہیں کہ حالت رکوع میں (حضرت علی) کے علاوہ کسی اور نے زکوٰۃ نہیں دی ہے۔“ (۴)

در المنثور میں سیوطی نے متعدد روایات کا تذکر کیا ہے جو ثابت کرتی ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام سے ہی مربوط ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اہل سنت اس آیت کی توجیہ و تاویل میبہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ”ولی“ سے مراد دوست ہے نہ کہ سرپرست یا حاکم و مختار لیکن بیان شدہ نکات کے پیش نظر مذکورہ معنی ادات حصر کے دائرے میں نہیں آتے کیونکہ اس صورت میں خدا، رسول اور علی کی دوستی کے علاوہ کسی اور سے دوستی کی نفی ہوتی ہے۔

امامت علی :

روایات کے پس منظر میں اہل سنت والجماعت اور شیعہ حضرات کی کتب احادیث میں رسول اکرم سے مروی بے شمار روایات موجود ہیں جو آپ کے بعد امامت و خلافت حضرت علی علیہ السلام پر تاکید کرتی ہیں۔ یہ روایات اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ رسول اکرم اپنی رسالت کے ابتدائی زمانے ہی سے خداوند عالم کی طرف سے اس عظیم امر کی ترسیل و ابلاغ کے لئے مامور تھے کہ اس کو مسلمانوں تک پہنچائیں اور آپ نے ہمیشہ اور ہر موقع پر اپنے اس فریضے کو بحسن و خوبی انجام بھی دیا۔ یہاں چونکہ ان تمام روایات کا تفصیلی جائزہ ممکن نہیں ہے لہذا فقط واقعہ غدیر سے متعلق ایک روایت کا بالتفصیل تذکرہ کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی اس کے ذیل میں چند دوسری روایات کا بھی۔

حدیث غدیر:

حدیث غدیر اس واقعہ سے مربوط ہے جو رسول اسلام کی عمر کے آخری حصے میں آپ کے حجة الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر نامی مقام پر پیش آیا تھا۔ غدیر خم اس جگہ کا نام ہے جہاں سے مصری اور عراقی حجاج اور مدینے کی سمت جانے والے افراد ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ واقعہ غدیر کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۰ میں رسول اسلام مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ حجة الوداع کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور مراسم حج کے خاتمے کے بعد مدینہ واپس جانے کے لئے مکہ سے رخصت ہوتے ہیں۔ رسول اکرم کی جانب سے فرمان حرکت جاری ہوتا ہے۔ جیسے ہی قافلہ ”حجفہ“ سے تین میل کے فاصلے پر واقع مقام ”رابع“ پہنچتا ہے، جبرئیل امین غدیر خم نامی مقام پر رسول خدا کے لئے خداوند عالم کا پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں:

اے رسول! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے اسے پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو گویا اپنی رسالت کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ (۵)

اس آیت کے نازل ہوتے ہی پیامبر اکرم نے قافلے کو ٹھہرنے کا حکم دیدیا۔ جو افراد قافلے سے آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس آنے کا حکم دیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا۔ ظہر کا وقت تھا اور شدید گرمی۔ ایک درخت پر ایک چادر پھیلا کر رسول خدا کے لئے ایک سائبان تیار کیا گیا۔ رسول اکرم نے نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ پھر اس حالت میں کہ مجمع آپ کے اردگرد پھیلا ہوا تھا، آپ نے اونٹوں کے کجاووں سے تیار شدہ

منبر پر آکر بلند اور رسا آواز میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

”حمد و ثنا خدا ذات کبریا سے مخصوص ہے۔ ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں نیز اسی پر توکل کرتے ہیں۔ اپنی برائیوں اور برے اعمال سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں وہ خدا جس کے علاوہ نہ کوئی ہادی ہے اور نہ کوئی راہنما۔ اس نے جس کو ہدایت عطا فرمادی، پھر کوئی اسے گمراہ نہیں کرسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔

ایہا الناس! اب وہ وقت آچکا ہے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہوں اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں۔ میں بھی مسئلہ ہوں اور تم بھی مسئلہ ہو۔ میرے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟

”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی رسالت کا حق بخوبی انجام دیا ہے اور اس سلسلہ میں اپنی تمام کوششیں بروئے کار لائے ہیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔“

کیا تم لوگ گواہی دیتے ہو کہ معبود کائنات فقط ایک ہے اور محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے نیز جنت و دوزخ اور ابدی زندگی قطعی ہیں؟

”ہاں، ہم گواہی دیتے ہیں۔“

ایہا الناس! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم ان کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرو گے؟ اسی درمیان کوئی شخص بلند ہوا اور سوال کیا: ”وہ دو چیزیں کیا ہیں؟“

”ایک خدا کی کتاب کہ جس کا ایک حصہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہل بیت۔ میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔“

ایہا الناس! خود کو قرآن و اہل بیت پر مقدم نہ کرنا اور اپنے عمل میں ان دونوں کے ساتھ حق تلفی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔“

اس موقع پر رسول اکرم نے علی علیہ السلام کے ہاتھ کو تھاما اور اس قدر بلند کیا کہ آپ دونوں حضرات کے زیر بغل کی سفیدی تمام افراد کے لئے نمایاں ہو گئی۔ آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا تعارف کرایا اور پھر فرمایا:

”ایہا الناس! من اولی الناس بالمومنین من انفسہم؟“

ایہا الناس! مومنین میں خود ان کے نفوس پر کون اولی ہے؟۔

”خدا اور اس کا رسول۔“

”ان اللہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بہم من انفسہم فمن کنت مولاه فعلی مولاه“

خدا میرا مولا اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں ان پر خود ان سے زیادہ اولی ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہو یا اس کے علی بھی مولا ہیں۔

بقول احمد بن حنبل رسول اکرم نے اس جملے کو چار بار دہرایا اور پھر فرمایا:

”اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث دار“

خداوند! تو بھی انہیں دوست رکھ جو علی کو دوست رکھتے ہیں اور انہیں دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھتے ہیں۔ ان سے محبت کر جو علی سے محبت کرتے ہیں اور جن کے دل میں علی کے بارے میں کینہ ہے ان پر اپنا غیض و غضب نازل کر۔ اس کے دوستوں کی مدد فرما اور جو اس کو نقصان پہنچائے اس کو ذلیل و رسوا کر دے اور علی کو محور حق قرار دے۔“

حدیث غدیر ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس کو شیعہ اور سنی دونوں گروہوں نے متعدد طرق سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے نیز دونوں فرقے اس حدیث پر اعتقاد و یقین رکھتے ہیں یہاں تک کہ شیعہ علماء کے علاوہ بعض اہل سنت علماء نے بھی اس حدیث پر باقاعدہ ایک باب کے تحت مفصل بحث کی ہے مانند ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ ھ)، ابوالعباس احمد بن سعید ہمدانی (م ۳۳۳ ھ) اور ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن سالم تمیمی بغدادی (م ۳۵۵ ھ) وغیرہ۔ علامہ امینی طاب ثراہ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب الغدیر میں ان تمام افراد کے اسماء کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اس حدیث سے متعلق کتابیں لکھی ہیں نیز آپ نے اپنی کتاب میں ان افراد کی کتابوں کی خصوصیات بھی درج فرمائی ہیں۔

اس حدیث کو نقل کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے تابعین، تبع تابعین، علماء اور فقہاء نے کس قدر اہتمام کیا تھا اس کا اندازہ اگر ہو جائے تو حقیقت مزید واضح ہو جائے گی۔ یہاں اس سلسلے میں ہر صدی کے بعض اہل سنت علماء کی تعداد نقل کی جا رہی ہے بقیہ تفصیل ان مفصل کتابوں کے حوالے کی جا رہی ہے جو اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ اس حدیث کے ناقل اس طرح ہیں:

۱۔ ۱۱۰/صحابہ

۲۔ ۸۴/تابعین

۳۔ ۵۶/علمائے قرن دوم

۴۔ ۹۲/علمائے قرن سوم

۵۔ ۲۳/علمائے قرن چہارم

۶۔ ۲۴/علمائے قرن پنجم

۷۔ ۲۰/علمائے قرن ششم

۸۔ ۲۰/علمائے قرن ہفتم

۹۔ ۱۹/علمائے قرن ہشتم

۱۰۔ ۱۶/علمائے قرن نہم

۱۱۔ ۱۲/علمائے قرن دہم

۱۲۔ ۱۲/علمائے قرن یازدہم

۱۳۔ ۱۳/علمائے قرن دوازدہم

۱۴۔ ۱۲/علمائے قرن سیزدہم

۱۵۔ ۱۹/علمائے قرن چہار دہم

اہل سنت والجماعت کے بزرگ و معتبر محدثین میں سے احمد بن حنبل شیبانی نے ۴۰/سندوں، ابن حجر عسقلانی نے ۲۵/سندوں، جزری شافعی نے ۸۰/سندوں، ابوسعید سجستانی نے ۱۲۰/سندوں، امیر محمد یمنی نے ۴۰/سندوں، نسائی نے ۲۵۰/سندوں، ابوالعلاء ہمدانی نے ۱۰۰/سندوں اور ابولعرفانی حبان نے ۳۰/سندوں کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

مذکورہ اعداد و شمار علامہ امینی کی شہرہ آفاق کتاب ”الغدیر“ سے ماخوذ ہیں البتہ حدیث غدیر خم، اس کی

سندوں اور مصادر سے مربوط، ”الغدير“ کے علاوہ دوسری بہت سی کتابیں از جملہ ”غاية المرام“ مولفہ علامہ سید ہاشم بحرانی (م ۱۱۰۷ھ) اور ”عبارات الانوار“ مولفہ سید میرحامد حسین اعلیٰ اللہ مقامہ، لکھی گئی ہیں۔ مذکورہ نکات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ واقعہ غدیر خم اور اس دن رسول اکرم کا خطبہ، تاریخ اسلام کے مسلمات میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص اس حقیقت کا انکار کرنا چاہے تو پھر وہ دوسرے کسی بھی تاریخی واقعے کو قبول نہیں کرسکتا۔

دلالت حدیث

حدیث غدیر کا مرکزی نقطہ یہ جملہ ہے ”من كنت مولاہ فہذا علی مولاہ“ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ متعدد پائے جانے والے قرائن وشواہد کے مدنظر اس حدیث شریف میں مولیٰ، ”اولیٰ“ یعنی سزوار تر کے معنی میبھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم کے بعد حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں کے ولی اور سرپرست ہیباور ان کے نفوس پران کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہیں۔ اس سلسلے میں بعض قرائن وشواہد مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حدیث کے آغاز میں رسول اکرم فرماتے ہیں: ”الست اولیٰ بکم من انفسکم“ آیا میں تم سے تمہارے نفسوں کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ نہیں ہوں؟ اسی وقت اس سوال پر اس جملے کا اضافہ فرماتے ہیں: فمن كنت مولاہ فہذا علی مولاہ۔ ان دونوں جملوں کی ہم آہنگی اور ایک دوسرے سے نزدیکی یہی ثابت کرتی ہے کہ مولیٰ، ”اولیٰ“ بہ تصرف ہی کے معنی میں ہے۔

(۲) حدیث کے ضمن میں رسول خدا فرماتے ہیں: ”اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ“ یہ دعا اس عظیم مقام کی طرف نشاندہی کرتی ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام فائز ہوئے ہیں اور وہ مقام خلافت و ولایت کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

(۳) رسول خدا، وہاں موجود افراد سے گواہی لیتے ہیں اور جملہ من كنت مولاہ کو وحدانیت خدا، اور رسالت پیغمبر کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ بھی فقط اسی صورت میں قابل قبول ہے کہ جو کچھ اس جملے میں بیان ہوا ہے وہ اسی اہمیت اور منزلت کا حامل ہو جسکا جملہ ماقبل حامل ہے۔

(۴) رسول اکرم کی گفتگو کے ختم ہونے اور مسلمانوں کے پراکندہ اور منتشر ہونے سے قبل جبرئیل نازل ہوتے ہیں اور اس آیت کی تلاوت فرماتے ہیں: اس کے بعد رسول خدا فرماتے ہیں: اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمة رضی الرب برسالتي والولاية لعلی من بعدی“ آخر ایسی کونسی چیز ہوسکتی ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی امامت و ولایت کے علاوہ دین کو کامل کرنے والی اور نعمتوں کو تمام کرنے والی شمار کی جاسکے نیز جس کو رسالت کے کنارے کھڑا کیا جاسکے؟

دوسرے بہت سے ایسے قرائن بھی رسول گرامی کی اس ماموریت و ذمہ داری کی اہمیت وعظمت کی گواہی دیتے ہیں جو مسلمانوں کو ابلاغ اور ترسیل سے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں مزید جستجو اور مطالعے کے لئے علامہ امینی کی کتاب ”الغدير“ کی دوسری جلد کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

دیگر روایات پر ایک سرسری نظر

(۱) جس وقت آیہ (۶) نازل ہوئی ، رسول خدا نے حضرت ابوطالب علیہ السلام سے فرمایا کہ فرزندان عبد المطلب کو دعوت دی جائے اور ان کے لئے طعام کا انتظام کیا جائے۔ تمام افراد کے حاضر ہونے پر آپ نے فرمایا:

”ایکم یوازرنی ویعیننی فیکون اخی و خلیفتی ووصیی من بعدی“

تم میں سے کون ہے جو میرا وزیر بنے اور میری مدد کرے تاکہ میرا بھائی ، جانشین اور خلیفہ قرار پائے۔ اس مجمع میرسول کی اس پیشکش کو قبول کرنے والوں میں صرف حضرت علی علیہ السلام تھے، آپ نے فرمایا: میاآپ کی بیعت کرتا ہوں۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔ سپس رسول خدا نے فرمایا:

”هذا اخی ووصیی و خلیفتی من بعدی ووارثی فاسمعوا له واطیعوا“

یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرے بعدمیرا جانشین اور وارث ہے۔ لہذا اس کے کلام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ (۷)

(۲) جس وقت رسول خدا نے مدینہ کے لئے ہجرت فرمائی تھی اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ تمام صحابہ کے درمیان عقد اخوت باندھا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول خدا! آپ نے میرے علاوہ تمام اصحاب کے درمیان عقد اخوت باندھا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا:

”الم ترضی ان تكون اخی و خلیفتی من بعدی“

کیاتم میرے بھائی اور میرے جانشین ہونے سے راضی نہیں ہو؟ (۸)

(۳) متعدد روایات میں نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ نے بارہا اصحاب سے فرمایا تھا کہ علی کو ”امیر المومنین“ کے لقب سے مخاطب کیا کرو نیز آپ خود حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے:

”انت سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین“

تم مسلمانوں کے پیشوا، متقین کے امام اورروز قیامت روشن چہرہ افراد کے قائد ہو۔ (۹)

نیز آپ نے فرمایا ہے: ”هذا ولی کل مومن ومومنة“ اس حدیث کو شیعہ اور سنی دونوں فرقوں نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۱۰)

(۴) رسول گرامی نے شیعہ و سنی محدثین کی متواتر روایات کے بقول حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

”انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی“

تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (۱۱)

یعنی ہر وہ شان و منزلت جو ہارون موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رکھتے تھے وہی حضرت علی علیہ السلام کو رسول خدا کیساتھ ہے جن میں سے اہم ترین ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے لئے خلیفہ اور وصی ہونا تھا۔

دیگر ائمہ کی امامت

رسول اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت کا اعلان بھی بارہا مختلف انداز و طریقے سے کیا ہے۔ اس سلسلے میں رسول گرامی سے منقول روایات کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) بعض روایات ایسی ہیں جن میں اہل بیت، عترت، ذریت اور ذوی القربی جیسے عناوین کا ذکر ملتا ہے۔ ساتھ ہی امامان معصومین کی صفات کلیہ اور حضرت زہرا کی نسل میں امامت کے دوام کو بھی بطور کلی پیش کیا گیا ہے۔ ان روایات کی تعداد بے شمار ہیں جو کتب صحاح اور جوامع اہل سنت میں بھی درج ہیں نیز عباۃ الانوار، الغدير، المراجعات اور احقاق الحق میں ان روایات کا بالتفصیل تذکرہ ملتا ہے۔

(۲) روایات کی دوسری قسم میں وہ روایات آتی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ امامت، امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ ان روایات کا ایک حصہ احقاق الحق کی انیسویں جلد میں موجود ہے۔

(۳) تیسری قسم کی روایات میں نام اور تعداد کے بغیر امامت کو ۱۲ کے عدد میں محصور کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سو تیس سے زیادہ احادیث نقل ہوئی ہیں نیز ۴۰/۱ احادیث اس مضمون کے ساتھ منقول ہیں کہ رسول خدا کے بعد خلفاء اور ائمہ جناب موسیٰ کے نقباء کے مساوی ہیں۔

(۴) ۹۱/۱ سے زیادہ ایسی احادیث ہیں جن میں ائمہ کی تعداد کے ضمن میں پہلے اور آخری امام کے نام کا بھی ذکر ہے اور ان احادیث کے علاوہ ۹۶/۱ احادیث ایسی ہیں جن میں فقط آخری امام کا ذکر ہے۔

(۵) ۱۲۹/۱ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ تعداد ائمہ، بارہ ہے نیز وضاحت کی گئی ہے کہ ان میں سے نو امام حسین علیہ السلام کے فرزند ہوں گے۔

(۶) ۵۰/۱ احادیث میں فرداً فرداً ہر امام کے نام کا جداگانہ طور پر تذکرہ ملتا ہے۔ نمونہ کے لئے ان میں سے ایک حدیث مندرجہ ذیل ہے:

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: جس وقت آیہ (۱۲) نازل ہوئی، میں نے رسول اکرم سے عرض کیا: ہم خدا اور اس کے رسول کو جانتے ہیں لیکن اولی الامر جن کی اطاعت ہم پر واجب کی گئی ہے، کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے جانشین اور میرے بعد امام ہیں جن میں سے پہلے علی اور ان کے بعد بالترتیب: حسن بن علی، حسین بن علی، علی بن حسین، محمد بن علی کہ جن کو توریت میں باقر کہا گیا ہے اور تم ان کے زمانے کو درک کرو گے۔ جب بھی تم ان سے ملاقات کرنا ان تک میرا سلام پہنچانا۔ اس کے بعد فرمایا: ان کے بعد بالترتیب جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، حسن بن علی اور ان کے بعد ان کا فرزند جس کا نام اور کنیت، میرا نام اور میری کنیت ہے۔ خدا اس کو ساری دنیا کی حاکمیت عطا کرے گا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جائے گا اور اس کی غیبت بہت طولانی ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کی امامت کے معتقد صرف وہی افراد رہ جائیں گے جن کا ایمان مستحکم اور عمیق ہوگا۔ (۱۳)

امامت ائمہ اثنا عشری سے متعلق روایات اہل سنت

مندرجہ ذیل وہ احادیث ہیں جو ائمہ اثنا عشری کی امامت سے متعلق کتب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں:

(۱) بخاری، جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ (میرے بعد) بارہ امیر ہوں گے۔ پھر ایک ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ جس کو میں سن نہیں سکا۔ میرے باپ نے کہا کہ رسول نے فرمایا ہے: وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (۱۲)

(۲) مسلم، جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا: اسلام بارہ خلفاء تک باقی رہے گا۔ سپس ایک جملہ ارشاد فرمایا جس کو میں سن نہیں سکا۔ میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ رسول نے کیا فرمایا ہے؟ میرے والد نے کہا: رسول نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہیں۔ (۱۵)

(۳) جابر بن سمرہ کے حوالے سے مسلم سے منقول ہے کہ جابر نے کہا: اپنے والد کے ساتھ میں رسول خدا کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا: اسلام بارہ عزیز اور گرانقدر خلفاء تک باقی رہے گا اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (۱۶)

(۴) جابر بن سمرہ سے مسلم نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ یہ دین قیامت تک باقی رہے گا یہاں تک بارہ خلفاء تمہارے حاکم ہوں گے اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (۱۷)

حوالہ جات

- ۱۔ مقایس اللغة ج، ۶ ص ۱۴۱
- ۲۔ مفردات القرآن راغب اصفہانی ص/۵۷۰
- ۳۔ الکشاف، ج/۱، ص/۵۰۵ مصری پرنٹ، ۱۹۹۶ء
- ۴۔ التفسیر الکبیر: ج/۱۲، ص/۳۰، مصر، ۱۹۷۸ء
- ۵۔ مائده: ۶۷
- ۶۔ شعرا: ۲۱۴
- ۷۔ العمدة، ابن بطریق، ص/۱۳۲، اور ۱۲۳، ۱۲۱، غایۃ المرام، ص/۳۲۰، شواہد التنزیل، ج/۱، ص/۲۰۲ الغدیر، ج/۲، ص/۲۷۹، ۲۷۸
- ۸۔ العمدة، ص/۲۲۳، ۲۱۵، الغدیر، ج/۳، ص/۱۱۲، ۱۲۵
- ۹۔ العمدة، ص/۴۱۸، الغدیر، ج/۱، ص/۵۰، ۵۲، ج/۷، ص/۱۷۶
- ۱۰۔ مناقب ابن مغارلی، ص/۶۶، ص/۶۵
- ۱۱۔ العمدة: ص/۱۸۵، ۱۸۳، مسند احمد، ج/۳، ص/۳۲، الغدیر، ج/۱، ص/۵۱، ج/۳، ص/۱۹۷، ۲۰۱
- ۱۲۔ نساء: ۵۹
- ۱۳۔ منتخب الاثر: ص/۱۰۱
- ۱۴۔ صحیح بخاری، ج/۹، باب الاستخلاف، ص/۱۰۱
- ۱۵۔ صحیح مسلم، ج/۶، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش، ص/۳
- ۱۶۔ صحیح مسلم، ج/۶، کتاب الامارۃ، باب تبع لقریش، ص/۳
- ۱۷۔ صحیح مسلم، ج/۶، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش، ص/۳، مزید تحقیق و مطالعے کے لئے مسند احمد، ج/۵، ص/۸۶، ۹۸، ۹۷، ۱۰۷، منتخب الاثر، ص/۱۶، ینابیع الحکمة، ص/۲۲۶ کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

